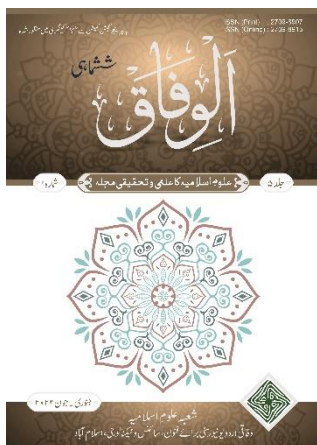




Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies

Volume 5, Issue 1 (January - June 2022)

eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907

Journal DOI: <https://doi.org/10.55603/alwifaq>

Issue Doi: <https://doi.org/10.55603/alwifaq.v5i1>

Home Page: <https://alwifaqjournal.com/>

Journal QR Code



Article

عصر حاضر میں تربیت اولاد: اسوہ رسول کی روشنی میں

Training of Children in Modern Times
according to Uswa e Rasool (SAW)

Authors

Shahbaz Abbasi ¹,

Dr. Hafiz Ashfaq Ahmad ²

Affiliations

¹ Al-Hamd Islamic University,
Islamabad, Pakistan.

² Ghazi University, Dera Ghazi Khan,
Pakistan.

Published

30 June 2022

Article DOI

<https://doi.org/10.55603/alwifaq.v5i1.u8>

QR Code



Citation

Shahbaz Abbasi, and Ashfaq Ahmad, Dr.

“Training of Children in Modern Times
according to Uswa e Rasool (SAW)” Al-Wifaq,
June 2022, vol. 5, no. 1, pp. 127-142

Copyright Information:



عصر حاضر میں تربیت اولاد: اسوہ رسول کی روشنی میں

Training of

Children in Modern Times according to

Uswa e Rasool (SAW) © June

2022 by Shahbaz Abbasi & Dr. Hafiz Ashfaq

Ahmad is licensed under CC BY 4.0

Publisher Information:

Department of Islamic Studies, Federal Urdu
University of Arts Science & Technology,
Islamabad, Pakistan.

Indexing



عصر حاضر میں تربیت اولاد: اسوہ رسول کی روشنی میں Training of Children in Modern Times according to Uswa e Rasool (SAW)

*شہباز عباسی
**ڈاکٹر اشفاق احمد

ABSTRACT:

The essence of the Messenger of Allah is the great and perfect essence. In his biography, a model has been set for all human beings so that people of every age and time may find the solution to all their problems in the light of the practices of the Prophet PBUH. That is why Allah, the Exalted, announced the life of His Messenger PBUH as a perfect example (اسوہ حسنہ). And in his blessed life, there are best principles for training children that can be adapted to create a better generation. The generation today's society needs. The scarcity of time is one of many changes that have taken place in human society in recent times, due to which parents are also suffering from significant shortcomings in the training of their children. However, children are a blessing which is the support of parents in later life and good children are a source of comfort for parents as well. But in the current age of mechanization, where neurosis, psychosis, and other social ills are on the rise, cultural invasion and lack of training are also spreading in our new generation. Therefore, there is a need to improve one's future by adopting the shining principles of Seerah. The article is based on an analytical research methodology. It contains suggestions for parents as well as for anthropologists.

KEY WORDS:

Seerah, Training, Children, Training principles, Current issues, Social changes, Parental responsibility.

رسول خدا کی ذات وہ عظیم اور وسیع ہستی ہے جس کو اللہ رب العزت نے مینارہ نور بنا کر بھیجا ایک ایسا شجر بار جس کی کرنوں سے تاریک اور ظلمت کدے سبھی منور ہوئے اور رسول خدا نے ایک مسلمان کے لیے اپنی حیات مبارکہ کے ذریعے وہ تمام راہیں متعین کر دیں جن کی بدولت وہ نہ صرف دنیوی زندگی میں احسن طریقے سے سفر طے کر سکتا ہے بلکہ آخرت میں بھی کامیابی کا حصول آسان ہو جائے گا۔ پیغمبر اسلام کے اخلاق و کردار کی یہ خوبی تھی کہ عرب کی وہ اجداد اور

*لیکچرر، الحمد اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان۔

گنوار قوم بھی ایک متمدن اور قابل رشک قوم بن گئی بلکہ تاریخ امم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ وہ قوم جس نے رسول خدا کے شب و روز سے ضیاء پا کر اپنی زندگیوں کو چمکایا وہ امامت، اطاعت اور سیادت و قیادت سبھی میں بے مثال و مقتدی کے عہدے پر فائز ہوئی اسی لیے قرآن حکیم نے بھی ذات رسول کو تمام کے لیے مشعل راہ اور نمونہ قرار دے کر تمام کو اس سے متمسک ہونے کا درس دیا چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ

اللَّهُ كَثِيرًا" ¹

"بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اُس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور

اللہ کو بہت یاد کرے۔"

علامہ قرطبی نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں پر عتاب کیا گیا ہے جو غزوہ خندق میں رسول خدا کو چھوڑ کر چلے گئے تھے یعنی تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے کہ آپ نے اللہ کے دین کی نصرت کے لیے اپنی جان کو خرچ کیا اور کفار و مشرکین سے جہاد کرنے کے لیے میدان میں آئے اور بنفس نفیس خندق کھودی۔ ² اسی بابت حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ غزوہ خندق کے دن مٹی کھود کر منتقل کر رہے تھے کہ آپ کا شکم مبارک غبار آلود ہو گیا اور آپ بلند آواز سے حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزَلْنَا سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبَّتِ الْأَقْدَامَ إِنَّا لَا قَبِيلًا ³

"اے اللہ اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ خیرات کرتے اور نہ ہی ہم نماز

پڑھتے سو تو ہم پر ضرور سکون نازل فرما اور اگر دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ۔"

مذکورہ بالا اقتباسات کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اللہ کے رسول نے اپنی تمام تر حیات مبارکہ نہ صرف شب و روز بلکہ اعمال و احوال سبھی کے سامنے رکھے گویا رسول رحمت کے شب و روز اور خصائل سبھی کے سامنے ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر دلنشین و قابل اتباع ہیں کہ قرآن مجید نے واضح طور پر ارشاد فرمایا:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" ⁴

"جو تمہیں رسول دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس کو چھوڑ دو۔"

اس آیت مبارکہ کے تناظر میں رسول خدا تمام کلمہ گو مسلمانوں کے لیے ایک ایسی ہستی ہیں جن کا ہر لمحہ اور ہر عمل باعث نمونہ بھی ہے اور قابل تقلید بھی آپ کی ذات مبارکہ نے دنیا میں رہتے ہوئے وہ راہنما و روشن اور امنٹ نقوش چھوڑے ہیں کہ جنہیں اگر اپنا لیا جائے تو امت کی پستی و زوال کو عروج اور دوبارہ کھویا ہوا قارل مل سکتا ہے چنانچہ رسول خدا

کی ذات کو اور آپ کے شب و روز کو اسوہ کہہ کر امت مسلمہ کے لیے بالخصوص اور ساری انسانیت کے لیے بالعموم ایک ایسے راستے کی مانند کر دیا گیا ہے جس کو سیرت کا نام بھی دیا جاتا ہے اردو اور فارسی میں یہ لفظ سیرت اور عربی میں السیرۃ استعمال ہوتا ہے ابتدائی دور میں سیرت کا لفظ عموماً مغازی کے لیے بولا جاتا تھا اور بعد ازاں سیرت بطور اصطلاح مسلمانوں کے ہاں پیغمبر اسلام کی حیات مبارکہ کے لیے بولا جانے لگا۔

سیرت کا لغوی معنی

سیرت کا اصل مادہ س ی ر ہے۔ لفظ سیرت ساریسیر سے مصدر بنتا ہے، اور اس صورت میں اس کا معنی ہوتا ہے۔ چلنا، راستہ لینا، رویہ یا طریقہ اختیار کرنا، روانہ ہونا، عمل پیرا ہونا۔ لفظ سیرت ساریسیر سے فعلتہ کا وزن بھی ہے، جس کا معنی چلنے کا انداز و طریقہ ہے۔ جیسے ذبحۃ کا معنی ہے ذبح کا طریقہ اور قتلۃ کا معنی ہے قتل کا طریقہ۔^۶ اس کے علاوہ سیرت مندرجہ ذیل معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسلوب، چال چلن، حالت، رویہ، کردار، خصلت و عادت۔^۷ یہ لفظ اگرچہ عام ہے تاہم اب یہ نبی کریم ﷺ ذات کے ساتھ خاص ہو گیا ہے۔ لفظ سیرۃ مفرد ہے اور اس کی جمع سیرۃ آتی ہے جیسے امام محمدؒ کی کتابیں السیر الصغیر و السیر الکبیر وغیرہ۔ اور یہ لفظ اگرچہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جب مطلق لفظ سیرت بولا جائے تو اس سے آپ ﷺ کی سیرت ہی مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ مطالعہ سیرت یا کتب سیرت میں سیرت سے مراد آپ ﷺ کی مبارک زندگی کے حالات و واقعات ہی ہیں۔ تاہم بعض دفعہ اہم شخصیات کی سوانح عمری اور اہم تاریخی واقعات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ سیرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یا سیر الصحابہ اور سیر الصحابیات، کے نام سے کتابیں مشہور و معروف ہیں۔ البتہ جب کبھی اس لفظ کی اضافت کتاب کے مصنف و مؤلف کی طرف ہو جائے تو وہاں پر آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ہی مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ سیرت ابن ہشام، سیرت ابن اسحاق وغیرہ میں آپ ﷺ کی سیرت ہی مراد ہے جو ابن ہشام و ابن اسحاق وغیرہ نے لکھی ہے۔

سیرت کا لفظ کبھی مطلق استعمال ہوتا ہے جبکہ اس کے علاوہ کبھی سیرت مصطفیٰ، سیرت النبیؐ، سیرت الرسولؐ وغیرہ الفاظ کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے، نیز کبھی کبھار اظہار عقیدت و محبت کے لیے سیرت طیبہ، سیرت مطہرہ یا سیرت پاک وغیرہ جیسے الفاظ کے ساتھ بھی مستعمل ہوتا ہے۔

سیرت کا اصطلاحی معنی

امام راغب اصفہانی کے نزدیک سیرت کا اصطلاحی معنی مندرجہ ذیل ہے۔

"السيرة الحالة التي يكون عليها الانسان وغيره غريزياً كان او مكتسباً"^۸

"سیرت سے مراد وہ طبیعت ہے جس پر انسان قائم ہو، چاہے وہ طبعی و غیر اختیاری ہو یا چاہے وہ

کسب کی گئی ہو۔"

شاہ عبد العزیز سیرت کی تعریف میں تحریر فرماتے ہیں:

"آنچہ متعلق بوجود پیغمبر ﷺ و صحابہ کرام رضوان تعالیٰ علیہم و آں عظام است و از ابتداء تولدِ

آنجناب تا غایت وفات آپ را سیرت گویند۔"⁹

"وہ جو نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کے وجود سے متعلق ہو اور آپ علیہ السلام کی ولادت مبارک

سے لے کر وفات تک کے حالات کو سیرت کہتے ہیں۔"

آپ ﷺ کی اصل سیرت تو تمام ذخیرہ احادیث ہے، لیکن متقدمین کی اصطلاح میں فقط غزوات اور سرایا کے حالات اور واقعات کے مجموعے کو سیرت کہا جاتا ہے۔¹⁰ گویا کہ آپ ﷺ کی مبارک زندگی کے حالات و واقعات کے بیان کو سیرت کہتے ہیں۔

لفظ سیرت کا استعمال قرآن کریم میں

لفظ سیرت پورے قرآن کریم میں صرف ایک مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"سَنُعِيْدُهَا سَيِّرَتَهَا الْاُولٰٓئِی" ¹¹

"ہم اس کو (اژدھا جو موسیٰ کی لائٹھی سے بن چکا تھا) اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔"

ابتدائی دور میں کتب سیرت کو عموماً مغازی و سیر کی کتابیں کہا جاتا تھا۔ لفظ مغازی مغزی کی جمع ہے جس کا معنی ہے؛ جنگ یا غزوہ کی جگہ و وقت۔ تاہم اب مغازی سیرت کا ایک جزء بن گیا ہے۔

سیرت اور مغازی میں فرق

مغازی کا عمومی انداز تاریخی ہوا کرتا ہے جبکہ سیرت کا انداز قانونی ہوتا ہے۔ خصوصاً جب فقہ میں سیرت کا لفظ استعمال ہو جائے تو اس سے مراد جنگ و قتال سے متعلق قوانین ہوتے ہیں مثلاً ذمی و مستامن کے احکام وغیرہ جیسا کہ امام محمدؒ کی کتابیں: السیر الکبیر، والسیر الصغیر، السیر الاوسط مشہور ہیں۔ ان میں انہی احکام و قوانین کا ذکر ہے۔ محدثین کے نزدیک سیرت کا لفظ مغازی اور جہاد دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ محدثین نے اپنی کتب میں کتاب السیر والجهاد کے عنوانات سے مختلف کتب کے باب باندھے ہیں۔ چونکہ سیرت بطور اصطلاح مستعمل ہے اور اس سے مراد بھی رسول خدا کی سوانح عمری ہے جبکہ رسول خدا کی حیات مبارکہ میں ہمارے لیے وہ تمام اصول موجود ہیں جو ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں راہنمائی فراہم کرتے ہیں لہذا اب ہم اولاد کی تربیت کے حوالے سے سیرت رسول میں کون کون سے اصول موجود ہیں اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ تربیت انسانی زندگی کا ایک اہم اور لازمی جزو ہے اسی کے ذریعے انسان کی عادات و اطوار اور شب و روز کے افعال کو منظم کیا جاتا ہے تاکہ معاشرتی، سماجی اور سیاسی ہر میدان میں ایسے افراد پیدا کیے جاسکیں جو معاشرے کو امن کا گہوارہ بنا سکیں اور نبوی منہج پر چلتے ہوئے وہ فریضہ ادا کریں جو بطور امت ہماری ذمہ داری میں شامل ہے۔ اس

تربیت کے کام کی ابتدا ہمیشہ خود سے کی جاتی ہے اور ان لوگوں کی تربیت پہلے کی جاتی ہے جو آپ کی سرپرستی میں آتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" ¹²

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں"

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

"علموهم وادبوهم۔" ¹³

فقہاء کرام نے اس سے یہ مراد لی کہ ہر آدمی پر اس کے عیال کے حوالے سے تربیت فرض کر دی گئی ہے اس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان کے لیے حسن انتظام کا اہتمام کرے۔ گویا اس آیت مبارکہ میں ایمان والوں کو اس بابت متوجہ کیا گیا کہ خود کو بھی اور اپنے اہل و عیال کی بھی ان خطوط پر تربیت کرو جو انہیں حسن عمل اور صالح بنائے تاکہ وہ عذاب سے محفوظ رہ سکیں اور ان کی دنیوی زندگی گلزار کی حیثیت اختیار کرے۔

انسان کے خیر میں یہ بات ابتداء سے ہی پائی جاتی ہے کہ وہ اجتماعیت کو پسند کرتا ہے میل جول، تعلقات اور رشتوں میں منسلک رہنا اس کے لیے باعث تسکین ہوتا ہے اور اس میں اولین خاندان ہے خاندان کا وجود زوجین کے مابین نکاح سے آتا ہے اور خاندان ہی وہ واحد سماجی ادارہ ہے جہاں قوموں کی تعمیر و تشکیل کی بنیاد رکھی جاتی ہے یہیں سے تربیت و تعمیر کا آغاز ہوتا ہے تربیت انسانی وجود کے لیے لہو کی مانند ہے جس کے بنا انسانی زندگی بے رنگ اور ادھوری رہ جاتی ہے اور تربیت کا عمل یکایک شروع نہیں ہو جاتا بلکہ یہ وہ نظام ہے جو ابتداء سے انتہا تک ہر مرحلے میں انسان کے پیش نظر رہتا ہے چنانچہ انسانی زندگی کی بنیاد خاندان سے ہوتی ہے اور خاندان ہی وہ بنیادی ادارہ ہے جہاں اولاد کی پیدائش اور پھر اس کی تسکین و ضروریات کو مد نظر رکھا جاتا ہے لہذا خاندان کی ہی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھے چونکہ یہ ان کے فرائض میں شامل ہے عربی میں عائکہ کا لفظ خاندان کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا مادہ ع و ل ہے۔ اس کے علاوہ خاندان کا لفظ عام طور پر میاں، بیوی اور اولاد پر بولا جاتا ہے۔

آکسفورڈ ایڈوانسڈ لرنرز ڈکشنری کے مطابق خاندان کی تعریف درج ذیل ہے۔

"Family: Group of parents and children all those who persons descended from common ancestors group of living things or of language with common characteristics and a common source." ¹⁴

موسوعہ فقہیہ میں خاندان کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"الاسرة: عشيرة الرجل واهل البيت۔" ¹⁵

"آدمی کے خاندان اور اس کے گھر والوں کو اسرة کہا جاتا ہے۔"

علامہ زبیدی نے خاندان کی تعریف یوں کی ہے۔

"الاسرة اقارب الرجل من قبل ابیه۔" ¹⁶

"آدمی کے اس کے باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو اسرۃ کہتے ہیں۔"

احکام قرآنی کی رو سے مرد کو خاندان کا سربراہ کہا جاتا ہے عربی میں اس کے لیے عیال الرجل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ابن منظور افریقی اس بابت لکھتے ہیں۔

"وعیال الرجل وعیله الذین یتکفل بهم۔" ¹⁷

"آدمی کے عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی وہ کفالت کرتا ہے۔ اور یوں بھی کیا جاتا ہے کہ"

"وقیل قام بما یحاجون الیه من قوت وکسوة وغیرهما۔" ¹⁸

"بعض کے نزدیک وہ لوگ جو کھانے پینے اور لباس کے لیے اس کے محتاج ہوتے ہیں۔"

مذکورہ بالا تمام تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خاندان سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام افراد جو باہم قرابت داری میں ایک دوسرے سے منسلک ہوں اس لیے میاں بیوی، بہن، بھائی اور ماں باپ قریبی رشتوں میں منسلک ہونے کے باعث ایک ہی گھر میں اکٹھے زندگی گزار رہے ہوتے ہیں اس لیے سربراہ خاندان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عیال یعنی اولاد کی تربیت کا خاطر خواہ انتظام کرے تاکہ ان کی زندگیاں صالحیت اور پرہیزگاری کے ساتھ ساتھ حسن عمل اور ادب و رافت کا بھی نمونہ ہوں۔ اب ہم سیرت رسول میں موجود اصول تربیت کی طرف آنے سے پہلے تربیت کے لفظ کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

تربیت کیا ہے

تربیت کا لفظ عربی زبان سے ماخوذ ہے جس کا مادہ (رب ی) ہے ربی یربی تربیۃ جو باب تفعیل کا مصدر ہے جس کے درج ذیل معانی ہیں بچے کی پرورش کرنا، پالنا اور مہذب بنانا۔ ¹⁹ مولانا شفیق الرحمن علوی تربیت کی تعریف کرتے ہیں۔

"لفظ تربیت ایک وسیع مفہوم رکھنے والا لفظ ہے، اس لفظ کے تحت افراد کی تربیت، خاندان کی

تربیت، معاشرہ اور سوسائٹی کی تربیت، پھر ان قسموں میں بہت سی ذیلی اقسام بھی داخل ہیں۔ ان

سب اقسام کی تربیت کا اصل مقصد عمدہ، پاکیزہ، بااخلاق اور باکردار معاشرے کا قیام ہے۔ تربیت

اولاد بھی انہیں اقسام میں سے ایک اہم قسم ہے۔"

آسان الفاظ میں تربیت کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ برے اخلاق و عادات اور غلط ماحول کو اچھے اخلاق و عادات

اور ایک صالح، پاکیزہ ماحول سے تبدیل کرنے کا نام تربیت ہے۔ ²⁰

تربیت اولاد کے اصول سیرت رسول کی روشنی میں

تربیت دراصل وہ ہنر ہے جس کے ذریعے انسان سازی کا کام کیا جاتا ہے اس کے ذریعے ایک انسان کے اندر ان

اوصاف کو جلا بخشی جاتی ہے جو انسانیت کا امتیاز اور فخر ہیں چونکہ انسانی زندگی مختلف مراحل سے گزر کر آگے جاتی ہے جن میں ایک دور بچپن کا بھی ہوتا ہے یہ وہ دور ہوتا ہے جس میں بچے مقصد حیات کی جستجو عام لفظوں میں یوں کہیں کے سیکھنے کے مرحلے میں ہوتے ہیں اور وہ اپنے سرپرستوں، ماحول اور خود سے جڑی ہر ایک چیز کا اثر قبول کرتے ہیں جوں جوں ان کی عمر بڑھتی ہے توں توں وہ ایک مخصوص طرز زندگی اپنانا شروع کر دیتے ہیں گویا یہ وقت وہ ہوتا ہے جب بچے کو سخت نگہداشت اور ایک جامع نظام کے تحت تربیت کی اشد ضرورت ہوتی ہے تاکہ آنے والی زندگی میں وہ ایک کارآمد فرد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صالح متقی اور مومن شخص بھی ہو اس عمر میں اگر بچے کی مناسب تربیت کا اہتمام کر دیا جائے تو اس کی بقیہ زندگی انتہائی خوشگوار اور پرسکون گزرے گی لیکن اگر اسی عمر میں اس کی عادات بگڑ گئیں تو بعد ازاں ان کی اصلاح انتہائی دشوار کن ہوگی اللہ کے رسول کی سیرت چونکہ ولادت تا وفات ایک ایسا گنج گراں مایہ ہے جو نہ صرف راہنمائی فراہم کرتا ہے بلکہ اس میں تربیت کے حوالے سے وہ تمام اصول اور قواعد موجود ہیں جن کی پیروی کرتے ہوئے اولاد کو صالحیت، للہیت اور اخلاص کا پیکر بنایا جاسکتا ہے۔ عمومی طور پر تربیت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن میں سے ایک ظاہری اور دوسری روحانی تربیت کہلاتی ہے اور یہ بات اکثر مشاہدے میں آئی ہے کہ تمام والدین اولاد کی ظاہری تربیت کا خاص خیال رکھتے ہیں جبکہ ان کی روحانی تربیت سے یکسر غافل اور دور رہتے ہیں جس باعث وہ بڑھاپے میں اولاد کے حسن سلوک اور دیکھ بھال سے محروم رہتے ہیں اللہ کے رسول نے یوں تو بچوں کی فکری و نظریاتی، سیاسی و سماجی ہر طرح کی تربیت کے لیے جہاں خصوصی طور پر ہدایات فرمائیں وہیں آپ نے کچھ اجمالی اصول مقرر فرمادیئے جن کو اپنا کر انسان اپنی اولاد کو راہ راست پر بھی لاسکتا ہے اور اپنے اس سرمایہ کو خود کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بھی بنا سکتا ہے۔

تربیت اولاد کے نبوی اصول

اللہ کے رسول انتہائی حکیمانہ مزاج رکھتے تھے اور ہر ایک کی تربیت اس کی نفسیات کے پیش نظر کیا کرتے تھے چنانچہ آپ کا معمول مبارک تھا جس کو جس وقت اور جب جب جتنی توجہ کی ضرورت ہوتی اسی وقت اس کا اہتمام فرماتے آپ کی سیرت میں اولاد کی تربیت کے حوالے سے درج ذیل اصول ملتے ہیں۔

اسوہ حسنہ

بچپن میں بچے اپنے ماں باپ کی تقلید کرتے ہیں اور اس باعث والدین کی سیرت و کردار ان پر انتہائی مثبت اثرات مرتب کرتی ہے وہ جس کو دیکھتے ہیں وہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو سنتے ہیں اسی کو بولنے کی بھی سعی کرتے ہیں سو اس اعتبار سے بچے کی شخصیت اور تربیت پر اس کے والدین کا بڑا گہرا ہاتھ ہوتا ہے چنانچہ اللہ کے رسول کا فرمان ہے۔

"عن ابی ہریرۃ، انه کان یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ما من مولود

إلا یولد علی الفطرۃ، فأبواه یهودانه، وینصرانه، ویمجسانه، کما تلتنج الہیمۃ بہیمۃ

جمعاء، هل تحسون فیہا من جدعاء؟" ²¹

"ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں جس طرح کہ جانور صحیح سالم بچہ جنماتا ہے۔ کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا ہے۔"

اس حدیث مبارکہ سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر معاشرتی عوامل یا اس کا سماج اس پر اثر انداز ہوتا ہے اور ان اثرات کے زیر سایہ وہ اپنی زندگی کی راہیں متعین کرتا ہے۔ ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: "دَعَنْتَنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا، فَقَالَتْ: هَذَا تَعَالَى أُعْطِيَكَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا أَزْدَبَتْ أَنْ تُعْطِيَهُ، قَالَتْ: أُعْطِيَهُ تَمْرًا، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّكَ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكَ كَذِبَةٌ." ²²

"عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میری ماں نے مجھے بلایا، جبکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر بیٹھے ہوئے تھے، وہ بولیں: سنو یہاں آؤ، میں تمہیں کچھ دوں گی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: تم نے اسے کیا دینے کا ارادہ کیا ہے؟ وہ بولیں، میں اسے کھجور دوں گی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: سنو، اگر تم اسے کوئی چیز نہیں دیتی، تو تم پر ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا"

ایک اور حدیث امام بخاری نے ابن عباس سے نقل کی ہے

"عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَثُّ ذَاتِ لَيْلَةٍ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، "فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُصَلِّي مُتَطَوِّعًا مِنَ اللَّيْلِ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَتَوَضَّأَ، فَقَامَ فَصَلَّى، فَقُمْتُ لَمَّا رَأَيْتُهُ صَنَعَ ذَلِكَ فَتَوَضَّأْتُ مِنَ الْقِرْبَةِ، ثُمَّ قُمْتُ إِلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ، فَأَخَذَ بِيَدِي مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ يَعْدِلُنِي كَذَلِكَ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ إِلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ، قُلْتُ: أَفِي التَّطَوُّعِ كَانَ ذَلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ." ²³

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزاری تو نبی ﷺ رات کو نفل پڑھنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو نبی ﷺ ایک مشکیزے کی طرف کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو میں بھی کھڑا ہو گیا اور میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح میں نے آپ ﷺ کو کرتے دیکھا اور مشکیزے (کے پانی) سے میں نے وضو کیا اور میں آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے میری پشت کے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنی پشت مبارک کے پیچھے سے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ میں نے کہا کہ کیا یہ کام نفل میں کیا تھا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جی ہاں۔"

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ والدین یا مربی کو باکردار ہونا چاہیے اور ان کی زندگی ان کے

ماتحتوں کے لیے مثالی ہونی چاہیے چنانچہ اولاد اپنے والدین کے شب و روز کو اپنے ذہنوں پر نقش کر رہی ہوتی ہے اور چونکہ بچے ابھی اس عمر میں سے گزر رہے ہوتے ہیں جب وہ دوسروں کو دیکھ کر وہی عمل اپناتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا روایت میں ابن عباس کا واقعہ مذکور ہے اس لیے مربی کا باکردار اور ایک بہترین شخصیت کا حامل ہونا بچوں کے لیے انتہائی مفید اور ان کی تربیت پر خوشگوار ترین اثر چھوڑتا ہے۔

تعیین وقت

بچوں کی تربیت کے لیے مناسب وقت کا انتخاب کیا جائے تاکہ وہ اسے اپنے لیے بوجھ نہ سمجھیں اور نہ ہی اس سے اکتاہٹ کا شکار ہوں عمومی طور پر بچے تین اوقات کے بہت دلدادہ ہوتے ہیں اور ان وقتوں میں اپنے والدین اور اعضاء کی بات کو خاصی توجہ اور اہمیت دیتے ہیں وہ تین اوقات درج ذیل ہیں۔

- 1- تفریح کے وقت
- 2- کھانے کے وقت
- 3- بیماری کے وقت

ان اوقات یعنی کھیل کود، کھانے پینے اور بیماری کے وقت بچے عمومی طور پر انتہائی مسحور کن اور نرم ہوا کرتے ہیں اور اس دوران ان کو کوئی گئی نصیحت یا سمجھائی گئی بات ان کو انتہائی پسند بھی آتی ہے اور وہ اس پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں اللہ کے رسول کا معمول مبارک تھا کہ وہ ایسے موقعوں پر بچوں کو تربیتی لحاظ سے خاص طور پر مخاطب کر کے ہدایات کیا کرتے تھے۔ اسی حوالے سے ترمذی شریف میں ایک روایت حضرت عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"عن عبد الله بن عباس- رضي الله عنهما- قال: كنت خلف النبي- صلى الله عليه وسلم- يوماً فقال يا غلام، إني أعلمك كلمات: «أَحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، أَحْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهِلَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رَفَعْتَ الْأَقْلَامَ وَجَفَتِ الصُّحُفُ». وفي رواية: «أَحْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَى اللَّهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفَكَ فِي الشَّدَةِ، وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرْجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا»²⁴

"عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے سوار تھا کہ اسی درمیان آپ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں کچھ باتیں سکھانا چاہتا ہوں۔ اللہ (کے حقوق) کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھو، اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے اور جب مانگو، تو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد طلب کرو، تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو، اور اس بات کو جان لو کہ اگر تمام مخلوق بھی تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے، تو تمہیں اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے، جتنا اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر بھی تمہیں نقصان

پہنچانا چاہیں، تو تمہیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، جتنا اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفہ خشک ہو گئے۔ ایک اور روایت میں ہے: اللہ (کے حقوق) کا خیال رکھو، تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ تم خوش حالی میں اللہ کو یاد رکھو، وہ سختی کے وقت تمہیں یاد رکھے گا۔ جان لو کہ جو چیز تمہیں نہیں ملی، وہ تمہیں ملنے والی نہیں تھی، اور جو تمہیں مل گئی، وہ تمہیں ملے بغیر رہنے والی نہیں تھی۔ جان لو کہ مدد صبر کے ساتھ ہی آتی ہے اور کشادگی تنگی پر ہی آتی ہے اور یہ کہ مشکل کے ساتھ ہی آسانی ہے۔"

اس حدیث میں اللہ کے رسول نے ابن عباس کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھایا اور کچھ دیر ساتھ لے جا کر ان کے عقائد کی درستگی انتہائی خوش اسلوبی سے کی اس کے علاوہ آپ اکثر اوقات راہ چلتے ہوئے بھی بچوں سے انتہائی مشفقانہ انداز میں گفتگو کرتے اور ان کو اعمال، عقائد اور آداب سکھانے کی کوشش کرتے چونکہ رسول خدا بچوں کی نفسیات کو بھی انتہائی احسن انداز میں سمجھتے تھے اس لیے وہ ان تمام موقعوں کا خوب فائدہ اٹھاتے بلکہ اسی سے متعلق ایک واقعہ اس یہودی بچے کا بھی ہے جس کو اللہ کے رسول نے بیماری کے عالم میں عیادت کرنے کے بعد دعوت اسلام دی اور وہ مشرف باسلام ہوا اسی طرح عمر بن ابی سلمہ کو کھانے کے دوران انتہائی محبت بھرے انداز میں سمجھایا اور کھانے کے آداب سکھائے گویا ان وقتوں میں بچوں کی تربیت نہ صرف سودمند ہے بلکہ سیرت کی روشنی میں ان اوقات میں تربیت کے عنصر کو مد نظر رکھ کر بہتر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

اولاد کے درمیان برابری کرنا

بچوں کی تربیت میں اس اصول کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور بچوں کو فرماں بردار اور نیک بنانے میں اس کا بڑا گہرا عمل دخل ہے بچوں کے ذہن بلکہ خیال میں بھی یہ نہیں آنا چاہیے کہ والدین یا باپ میں سے کوئی ایک اس کے فلاں بھائی یا بہن کی طرف زیادہ میلان رکھتا ہے اس قسم ک خیالات کا آنا انتہائی خطرناک ہے جو انکو سرکشی اور بغاوت پر ابھارتا ہے اس کی ایک مثال قرآن حکیم میں مذکور حضرت یوسف کا واقعہ ہے جس بنیاد پر ان کے بھائیوں نے عداوت کی بنیاد پر ان کو اپنے ظلم کا شکار بنایا اسی طرح بعض والدین جنسی اعتبار سے بھی بچوں کے درمیان فرق کرتے ہیں جو نہ صرف اولاد کی دل آزاری کا باعث ہے بلکہ یہ ظلم کے درجے میں آتا ہے اور آپ کی سیرت اس معاملے میں اولاد کے درمیان عدل کا درس دیتی ہے چنانچہ اللہ کے رسول نے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

"نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ ان کے والد ان کو بارگاہ نبوی میں لے گئے اور حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو خصوصی طور پر عطیہ دیا ہے آنحضور نے پوچھا کہ کیا تم نے اس کی طرح اپنے تمام بچوں بھی کو عطیہ دیا ہے انہوں نے کہا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا مجھے نا انصافی کی

بات پر گواہ مت بناؤ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ وہ فرماں برداری میں برابری اختیار کریں انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ پھر ایسا نہ کرو۔²⁵

اس حدیث سے تمام محدثین نے یہ بات اخذ کی ہے اگر اولاد کے درمیان برابری کو نظر انداز کیا جائے تو بچے عموماً والدین سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے کچے ذہنوں میں یہ بات پختہ ہونا شروع ہو جاتی ہے شاید وہ اپنے والدین کے لیے اہمیت کے حامل نہیں ہیں اور نہ ہی والدین انہیں ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو بچوں کے ساتھ ساتھ والدین کے لیے زہر قاتل ہے لہذا مربی مساوات اور عدل کے اس نبوی اصول کو ہمیشہ مد نظر رکھے تاکہ بچوں میں نفرت اور شر انگیزی کا راستہ روکا جائے۔

اولاد کے حقوق کا خیال رکھنا

بچوں کے حقوق کی ادائیگی کا خاص خیال رکھا جائے اور ان کی تمام جائز خواہشات حسب توفیق پورا کرنے کی کوشش کی جائے ایسا کرنے سے ان کی طبیعت اور مزاج پر خوشگوار اثر مرتب ہوگی اور وہ اس بات کو اچھے طریقے سے سمجھ لیں گے زندگی کچھ لو اور کچھ دو کا نام ہے اسی طرح بچوں کو حق بات قبول کرنے میں تامل نہیں ہو گا جبکہ ان کے سامنے مربی کی صورت میں ایک بہترین نمونہ بھی ہو گا اولاد کے حقوق کے حوالے سے ان تمام شرعی احکام کا بھی خیال رکھا جائے جن کا دین متین نے حکم دیا ہے چنانچہ سیرت رسول میں اس کی کئی مثالیں ہیں۔ حضرت سہل بن عبادہ سے مروی ہے:

"رسول اللہ کی خدمت میں پینے کی چیز پیش کی گئی تو آپ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا اس وقت آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا تھا اور بائیں جانب دوسرے بزرگ حضرات بیٹھے تھے آپ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان بزرگوں کو برتن دے دوں اس لڑکے نے کہا کہ نہیں اس لڑکے نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ میں آپ سے بچے ہوئے اپنے حصہ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا یہ سن کر رسول اللہ نے برتن اس کو تھما دیا۔ اور ایک روایت میں ہے وہ لڑکا فضل بن عباس تھے۔"²⁶

اس کے علاوہ بھی آپ کی حیات مبارکہ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جس میں آپ نے بچوں کے حقوق کی خصوصی طور پر پاسداری کی تاکہ بچوں کے دل و دماغ پر ایسی باتوں کو مرتسم ہونے سے روکا جائے جو ان کو تربیت سے عاری بنائیں بلکہ ان کے اندر ان تمام عادات و خصائل کو پروان چڑھایا جائے جس بنیاد پر کل وہ عملی زندگی میں ایک باکردار شخص ہونے کے ساتھ تمام کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھیں۔

بچوں کو دعائیں دینا اور بددعا سے باز رہنا

والدین کے لیے تربیت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اولاد کے لیے نیک دعائیں کریں اور ان

تمام اوقات و گھڑیوں کی تلاش میں رہیں جب دعائیں قبول ہوتی ہیں اور بددعا دینے سے اجتناب کریں کیونکہ والدین کی دعا اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے اور دعاؤں کے باعث والدین اور اولاد کے درمیان عاطفت اور محبت کا جذبہ ابھرتا ہے اور دلوں میں شفقت و رحمت مزید جاگزیں ہوتی ہے یوں والدین اولاد کے مستقبل اور فلاح کے لیے مزید کوشاں رہتے ہیں اور آپ کی سیرت میں یہاں تک ملتا ہے کہ آپ نہ صرف اولاد بلکہ ان ظالموں اور اوباشوں کو دعایتے رہے ہیں جو آپ پر خیر خواہی کے بدلے میں پتھر برسا رہے تھے آپ نے ان مشرکین کو بددعا کے بجائے دعائی اور یوں ارشاد فرمایا:

مجھے اللہ سے امید ہے کہ ان کی نسل سے ضرور ایسے اشخاص پیدا ہوں گے جو اللہ کی عبادت کریں اور اسلام لائیں گے۔ اسی طرح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُؤَافِقُوا مِنْ اللَّهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ"۔²⁷

"تم اپنے آپ کو بھی بددعا نہ دیا کرو اور اپنی اولاد کو بھی بددعا نہ دیا کرو اور اپنے خادموں کو بھی بددعا نہ دو اور اپنے اموال کو بھی بددعا نہ دو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ وقت قبولیت دعا کا ہو اور دعا قبول ہو جائے"

ان احادیث سے یہ بات واضح ہو گئی اللہ کے رسول نے اولاد کے حق میں بددعا کی ممانعت فرمائی اور نیک دعاؤں کی تلقین فرمائی اور یہ خواہش تقریباً تمام والدین کی ہوتی ہے کہ ان کی اولاد کامیاب و کامران ہو، سو والدین کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اولاد کے حق میں دعاؤں کا اہتمام کریں خاص کر ان اوقات میں جن میں قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔

بچوں کو ہدیہ اور من پسند اشیاء یعنی کھلونے خرید کر دینا

عمومی طور پر بچوں کو مختلف اشیاء پسند ہوتی ہیں اور ان کی خواہش بھی ہوتی ہے کہ ان کو نئی چیزیں خریدنے اور دلوانے سے خاصا شغف ہوتا ہے اس لیے وہ چاہتے ہیں ان کو کھلونے اسی طرز کی دیگر چیزیں دلوائی جائیں جو ان کی طبیعت کو محظوظ کرتی ہیں جن سے وہ اپنے کھیل کود میں لطف اندوز ہوتے ہیں چنانچہ رسول اللہ کی سیرت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ نے ابو عمیر کو دیکھا جو اپنی چڑیا سے کھیل رہا تھا اسی طرح حضرت حسن کے پاس بھی ایک پلا تھا جس سے وہ تسلی پاتے تھے۔²⁸

اس پس منظر سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ اولاد کو کھلونے یا ہدیے دلوانا والدین یا ان کے قریبی اعضاء کا کام ہے مگر وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ بچوں کو کھلونے دلواتے وقت ان کی عمر اور طبیعت کا لحاظ رکھیں اور ایسی چیزیں خرید کر دی جائیں جس سے ان کی عقل اور شعور میں اضافہ ہو اس کے ساتھ ساتھ وہ کھلونا ان کی جسمانی نشوونما اور چستی کا بھی باعث بنے موجودہ دور میں اولاد کو نئی ایجادات جوڑ توڑ اور سوچ و بچار کے حوالے سے کھلونے دلوائے جائیں تاکہ وہ کھلونا تربیتی اعتبار سے مناسب اور مفید ثابت ہو۔

نیک کاموں میں بچوں کی معاونت اور ان کو ترغیب دینا

بچوں کو مناسب ماحول فراہم کیا جائے تاکہ ان میں نیکی کرنے کا جذبہ پروان چڑھایا جاسکے اور ان کو اس طرف راغب کیا جاسکے کہ وہ از خود راہ راست پر چلیں جس کا مطلب یہ ہے کہ والدین اولاد کی کامیابی کے حصول میں ان کی معاونت کر رہے ہیں جو لوگ اپنی اولاد کو نیکی کی ترغیب دیتے اور ان کو سازگار ماحول فراہم کرتے اللہ کے رسول ان کے لیے دعائیں فرمایا کرتے تھے بلکہ بسا اوقات از خود اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لے جاکر ان کو جگاتے اور نماز و تہجد کی تلقین کرتے چنانچہ امام نسائی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

"آپ ﷺ ایک رات حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا کیا تم نماز تہجد نہیں پڑھتے پھر آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور رات کا کافی وقت نماز پڑھتے رہے اس دوران آپ ﷺ نے دیکھا کوئی حس و حرکت نہ ہوئی تو دوبارہ ان کی طرف تشریف لائے اور بیدار کرنے کی خاطر فرمایا اٹھو نماز پڑھو۔"²⁹

اس ضمن میں والدین کے کندھوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس بات کا اہتمام کریں کہ ان کی اولاد نیک اور صالح ہو اور گمراہی و ضلالت سے محفوظ رہے اس کے لیے مختلف طریقے اپنائیں کبھی وعظ و نصیحت، کبھی ترغیب اور کبھی ہلکی پھلکی ڈانٹ سے ان کے اندر نیک کاموں کا داعیہ پیدا کیا جائے اس لیے ہم دیکھتے ہیں عہد نبوی میں صحابہ کرام اور بعد ازاں اسلاف اپنی اولادوں کو نمازوں اور دیگر نیک موقعوں پر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ ان کو عمدہ اوصاف اور بہترین خصائل کی طرف مائل کیا جائے۔

ملامت اور عتاب کرنے سے اجتناب کرنا

والدین بچوں کو بہت زیادہ ملامت اور عتاب سے گریز کریں اور اگر ان کے کسی کام یا معمول میں ان کو کوئی شکایت بھی ہو تو اس کا حکیمانہ اور نرمی کے ساتھ تدارک کریں تاکہ اولاد کے مزاج پر گراں نہ گزرے اس ضمن میں حضرت انس فرماتے ہیں کہ:

"انہوں نے دس سال تک مسلسل رسول اللہ کی خدمت کی اور کوئی ایک موقع بھی ایسا نہیں آیا کہ رسول اللہ نے کبھی توبیخ و تنبیہ کی ہو بلکہ وہ خود فرماتے ہیں اگر کبھی مجھے رسول اللہ کوئی کام کرنے کا کہتے اور میں اس میں سستی سے کام لیتا تو کبھی آپ نے نہ ہی مجھے ملامت کیا اور نہ ہی سزا دی بلکہ اگر کبھی کوئی گھر کا فرد مجھے ملامت کرتا تو آپ فرماتے اسے چھوڑ دو۔"³⁰

اسی طرح ایک واقعہ جو حضرت ابو بکر یا حضرت عمر سے منسوب ہے کہ ان کے سامنے ایک شخص نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے سامنے اپنے بیٹے پر الزام لگایا تھا تو آپ نے فرمایا: "تمہارا بیٹا دراصل تمہارے ہی ترکش کا ایک تیر ہے۔"³¹ گویا جب کوئی ماں باپ یعنی والدین اپنی اولاد پر الزام لگاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود پر الزام لگا رہے ہیں چونکہ

وہی اس کی پیدائش کا سبب ہیں لہذا والدین کو چاہیے وہ ہر وقت بچوں کو ملامت اور عتاب سے اجتناب کریں اگر وہ ہر وقت اولاد کو زجر و توبیخ اور ملامت کرتے رہیں گے تو اس کا نفس اسے اعمالِ قبیحہ کی طرف ابھارے گا یوں اس کے لیے افعالِ بد کا ارتکاب آسان ہو جائے گا جو انتہائی مضر اور اولاد کے لیے نقصان دہ ہے۔

خلاصۃ البحث

اولاد چونکہ تمام والدین کے لیے نعمت کا ذریعہ ہے اور انبیاء و مرسلین نے بھی اس نعمت کی خواہش کی اور اللہ کے حضور دعائیں بھی کیں ہیں چونکہ موجودہ دور میں ترقی و ایجادات کا ایک سیل رواں ہے جس باعث اولاد کی تربیت خاصی متاثر ہوئی ہے والدین کی کلی طور پر توجہ معاشی میدان میں اولاد کی کامیابی پر ہے اور تعلیم کے حصول کا بھی یہی مقصد بن کے رہ گیا ہے فقط دنیا کمائی جائے اس کے ساتھ ہر شخص اس قدر مصروفیت کی دلدل میں پھنسا ہے کہ اس کے پاس اپنے پیاروں کے لیے بالکل بھی وقت نہیں ہے ایسے نفسا نفسی کے دور میں اولاد کی تربیت میڈیا کر رہا ہے جس سے مزید عملی اور اخلاقی قدریں کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی ہیں ایسے والدین کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ میانہ روی اور اعتدال و توازن کا دامن تھامے رکھیں تاکہ زندگی میں نکھار پیدا ہو اور زیادہ سے زیادہ اپنی اولاد کو وقت دیں اور ان کی ہر طرح کی تربیت کا خیال رکھیں تاکہ اولاد اور معاشرہ دونوں بہتر خطوط پر استوار ہو سکیں اس حوالے سے والدین درج ذیل تجاویز کو اپنائیں تاکہ وہ تربیت اولاد کی غرض سے بہتر نتائج حاصل کر سکیں۔

- 1۔ بچوں کے اندر نیکی کا داعیہ پیدا کریں
- 2۔ خود اخلاق و کردار کا پیکر بنیں
- 3۔ والدین اپنے قول و فعل میں یکسانیت پیدا کریں تاکہ ان میں کسی قسم کا تضاد نہ رہے
- 4۔ گھر کے ماحول میں باہم الفت و اخوت، ایثار و ہمدردی، عزت و احترام اور دوستی و تعاون کو پیدا کریں تاکہ اگر کوئی جھگڑا ہو تو اس کا مناسب حل تلاش کیا جاسکے۔

حواشی و حوالہ جات

- 1۔ سورۃ الاحزاب: 33/21
- 2۔ قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، دار الاشاعت، بیروت، 1967ء، 14/143
- 3۔ بخاری، أبو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، تحقیق: جماعۃ من العلماء، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، المطبعة الکبریٰ الامیریۃ، بولاق مصر، 1311ھ، حدیث نمبر: 4106/5
- 4۔ سورۃ الحشر: 59/7
- 5۔ ابو الفضل بلیاوی، عبد الحفیظ، مصباح اللغات، مطبع مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1992ء، ص 410

- 6- کیرانوی، مولانا وحید الزمان، القاموس الوحید، مطبع ادارہ اسلامیات، لاہور، 2001ء، ص 831
- 7- کیرانوی، القاموس الوحید، ص 831
- 8- اصفہانی، امام راغب، غریب القرآن للاصفہانی، مطبع دارالفکر، بیروت، لبنان، سن 1/247
- 9- شاہ عبدالعزیز، عجلہ نافعہ (اردو ترجمہ)، مکتبہ دارابن بشر للنشر والتوزیع، 2017ء، ص 110
- 10- کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، مقدمہ سیرت مصطفیٰ، مکتبہ دارالاشاعت، کراچی، سن 1/34
- 11- سورۃ طہ: 20/21
- 12- سورۃ التحریم: 66/6
- 13- حافظ، عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ دارالفکر بیروت، سن 8/188
14. "Oxford Advanced Learners Dictionary", p. 510
- 15- موسوعہ فقہیہ کویتیہ، 4/223
- 16- زبیدی، محمد بن عبدالرزاق، تاج العروس من جواهر القاموس، مکتبہ دارالہدیہ، 1423ھ، 10/51
- 17- ابن منظور افریقی، جمال الدین مکرم، لسان العرب، مطبوعہ نشر الحوذۃ ایران، سن 11/488
- 18- ابن منظور افریقی، لسان العرب، 11/488
- 19- حجازی، عبد الوہاب، اسلامی تربیت، ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیہ، 2007ء، ص 23
- 20- حجازی، عبد الوہاب، اسلامی تربیت، ص 23
- 21- القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ وحکم موت اطفال الکفار واطفال المسلمین، دار البحر بیروت لبنان، 1999ء، حدیث: 6755
- 22- ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، مکتبہ شاملہ کراچی، 1998ء، حدیث: 4991
- 23- القشیری، صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب الدعاء فی صلوٰۃ اللیل وقیامہ، حدیث: 1800
- 24- ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن، جامع ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع عن رسول اللہ ﷺ، مکتبہ رشیدیہ، کراچی، سن، رقم الحدیث: 2516، 4/667
- 25- بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الشہادات، باب: لَمْ يَشْهَدْ عَلَى شَهِادَةٍ جَوْزًا إِذَا أُشْهِدَ، حدیث نمبر: 2650، 3/171
- 26- بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الشرب المساقاۃ، باب فی الشرب، حدیث نمبر: 2351، 3/109
- 27- مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، محقق: محمد فواد عبدالباقی، کتاب الزهد والرقائق، باب حدیث جابر الطویل، وقصۃ ابی الیسر، مطبوعۃ عیسی البابی الحلبي وشرکاء، القاہرہ، 1374ھ/1955م، حدیث نمبر: 3009، 4/2304
- 28- ندوی، سراج الدین ندوی، رسول خدا کا طریق تربیت، اسلامک پبلیکیشنز، 2005ء، ص 144
- 29- نسائی، احمد بن شعیب نسائی، السنن، کتاب قیام اللیل، باب الترغیب فی قیام اللیل، دار السلام مراکش، حدیث: 1612
- 30- سوید، نور بن عبد الحفیظ، تربیت اولاد کا نبوی انداز اور اس کے زریں اصول، دار القلم پبلیکیشنز لاہور، سن، ص 169
- 31- سوید، تربیت اولاد کا نبوی انداز اور اس کے زریں اصول، ص 169